مولانا شہاب الدین ندوی

تیسری اور آخری قسط

مذاہب عالم میں تعدد ازدواج کا قانون

اس طرح اب ہندو قوم اپنے مذہب کی اصلاح کی آڑ میں دوسرے مذاہب پر بھی حملہ آور ہونا چاہتی ہے گویا کہ اپنے مذہب کا "تاوان" دوسرے مذاہب پر عائد کرنا چاہتی ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ علمی و اخلاقی اعتبار سے نہ صرف ایک نامعقول اور ناشائستہ حرکت ہوگی، بلکہ خود قانونی اور دستوری اعتبار سے بھی دیگر مذاہب میں ایک مداخلت تصور کی جائیگی جس کا حکومت یا اس کے اداروں کو کوئی حق حاصل نہیں ہے، بلکہ یہ حرکت "کرے کوئی بھرے کوئی" کا مصداق ثابت ہوگی۔

بہر حال قانون داں اس سلسلے میں مختلف اندازوں سے سوچ رہے ہیں، اب دیکھئے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ مگر یہ بات تو طے ہے کہ خلافِ فطرت فیصلہ کرنے والوں کو مُنہ کی کھانی پڑیگی، کیونکہ اس کے نتیجے میں جنسی الخرافات کا ایسا سیلاب آئیگا، جو سارے انسانی اقدار (HUMAN VALUES) کو اپنے ساتھ بہالے جائیگا۔

نقص اور تضاد، انسانی قانون کا لازمہ

اصل میں یہ اور اس قسم کے تمام نقائص انسانی قوانین کا لازمہ ہیں، انسان کی عقل محدود اور اس کے تجربات محدود ہیں، لہٰذا وہ کسی چیز کی اچھائی یا برائی کا خود فیصلہ ہرگز نہیں کرسکتا، بلکہ اُسے اس سلسلے میں اس کے خدا کی رہنمائی حاصل کرنا قدم قدم پر ضروری ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین تو چند دن بھی چل نہیں سکتے۔ مثال کے طور پر خود ۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ ہی کو لے لیجئے، جس میں موجود نقائص کو دور کرنے کے لئے ۱۹۷۶ء کے قوانین شادی (ترمیمی) ایکٹ ۶۸ کو نافذ کرنا پڑا، مگر اس کے باوجود اب بھی اصلاح کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ مستقبل میں یہ قانون "اصلاح در اصلاح" سے دوچار نہ ہوگا؟

انسانی قانون کا سب سے بڑا لازمہ نقص کے ساتھ ساتھ تضاد (CONTRADICTION) بھی ہے اور اس کا بھرپور نمونہ نفقہ (MAINTENANCE) کے سلسلے میں حکومت ہند کے بنائے ہوئے متعدد قوانین کے درمیان دیکھا جاسکتا ہے، جو یہ ہیں:-

۱- سپیشل میرج ایکٹ ۱۹۵۴ء ۲- ہندو میرج ایکٹ ۱۹۵۵ء

۳۔ ہندو اڈاپشن اینڈ مینٹیننس ایکٹ ۱۹۵۶ء۔ ۴۔ کریمنل پروسیجر کوڈ، یعنی ضابطہ فوجداری ۱۹۷۳ء۔

یہ چاروں ایکٹ عدم یکسانیّت کے باعث تعارض و تضاد سے بھرپور ہیں کسی میں کچھ ہے تو کسی میں کچھ، اور ان میں قانونی الجھادے اور پیچیدگیاں اس قدر ہیں کہ وہ ایک اچھا خاصہ معمہ یا چیستان معلوم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ایک قانون دان اپنی مرضی کے مطابق جسطرح چاہے، ان کی تشریح کرسکتا ہے، اگر کسی ایک ایکٹ میں عورت کو اس کا یہ حق "نہ ملے تو اسے کسی دوسرے ایکٹ کے تحت دلوا سکتا ہے۔

چنانچہ اسی قانون کا ایک تضاد ملاحظہ ہو کہ جہاں ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ طلاق، فسخ (NULLITY) اور ابطال نکاح (ANNULMENT) ان تینوں صورتوں میں عورت بیوی نہیں رہتی اور اُسے نفقہ حاصل کرنے کے لئے دعویٰ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رہتا، مگر معاً یہ بھی کہا جاتا ہے، چونکہ عورت کو بے سہارا چھوڑا بھی نہیں جا سکتا، اس وجہ سے اسے مستقل نفقہ دینا ضروری ہوگا۔

In case of divorce, nullity and annulment the marriage is completely ended. In these instances the women is no more a wife and so has no valid claim to maintenance. In order that the women may not be left unprotected, Hindu Marriage Act provides that the relief of permanent maintenance may be granted in case any primary relief is granted under the Act.[38]

---

36. Bagga, V. (Ed) studies in the Hindu Marriage and the Special Marriage Acts. P. 294, Bombay, 1978.

37. The marriage Laws (Amendment) Act '1976.

38. Agarwala, Raj Kumari, Matrimonial Remedies under Hindus Law. P. 113, Bombay '1974.

یعنی ایک طرف ایک عورت کا کوئی حق بھی نہیں ہے، مگر دوسری طرف اُسے یہ حق پوری طرح حاصل بھی ہے، معلوم نہیں یہ قانون مطابق عقل کسطرح ہوا ؟

غرض ہندو میرج ایکٹ کا ایک بہت بڑا نقص یہ بھی ہے کہ عورت کے بانجھ یا کسی دائمی مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود کسی کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے، جیسا کہ قدیم ہندو قانون کے مطابق اس کی اجازت تھی، بلکہ اس صورت میں اسے پہلی بیوی کو طلاق دینی پڑیگی ورنہ دوسری شادی نہیں ہوسکتی اور پھر لطف یہ ہے کہ طلاق دینے کے باوجود اُسے پہلی بیوی سے پوری طرح چھٹکارا بھی نہیں مل سکتا، کیونکہ اُس کے گلے میں "نفقہ کی زنجیر" پڑی رہے گی، یعنی پہلی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اُسے عمر بھر نفقہ بھی دینا پڑے گا، اور اس موقع پر قانون کو اس سے کوئی بحث نہیں ہے کہ ایسی بانجھ یا دائم المریض مطلقہ کا حشر — مستقل نفقہ پانے کے باوجود — کیا ہوگا ؟ آیا وہ کسی قریبی عزیز کے نہ ہونیکی صورت میں خود سے ایک "محفوظ" اور باعزت زندگی بسر کر بھی سکیگی یا نہیں ؟ مگر یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ایسی "علت زدہ" عورت کی دوسری شادی ہونے سے تو رہی۔ اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ ایک کمزور اور ناتواں عورت پر یہ ایک ظلم ہوگا کہ اُسے ایک ناکردہ گناہ کی سزا کے طور پر بالکل بے سہارا چھوڑ دیا جائے یا دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا جائے۔ آخر اسمیں اس بے چاری عورت کا قصور کیا ہے ؟ اور اُسے کس جرم کی سزا دی جارہی ہے ؟ ظاہر ہے کہ اُس کا بانجھ یا دائم المریض ہونا، اس کا ایک فطری وطبعی نقص ہے، جس میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں ہے تو کیا قانون اتنا ظالم اور بے رحم بھی ہوسکتا ہے کہ کسی عورت کو اس کی نام نہاد "عزت نفس" کے نام پر اسے فٹ پاتھ پر دھکیل دیا جائے ؟ آخر اس میں کونسی معقولیت ہے ؟ یہ عورت کی تکریم نہیں بلکہ اُس کی توہین ہے۔ اگر کوئی شخص ایک "علت زدہ" بیوی کو اپنے ساتھ رکھتے اور اس کی خبرگیری پوری طرح کرتے ہوئے ایک دوسری شادی کرتا ہے تو آخر اس میں برائی کیا ہے ؟ اور ان دونوں کو علیحدہ کرنے میں کونسی دانشمندی ہے ؟ ظاہر ہے کہ اس قسم کا اقدام ایک ایسی مطلقہ کو بدکاری یا جنسی انحراف (SEXUAL DEVIATION) پر مجبور کر سکتا ہے، لہٰذا یہ ایک مہمل اور غیر معقول قانون ہے جو محض مغرب کی نقالی اور "آزادیٔ نسواں" کی نام نہاد تحریک کے دباؤ اور مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔

نیز عصر جدید کا یہ بھی ایک عجیب وغریب تضاد ہے جو سمجھ سے باہر ہے کہ ایک

طرف آزادیٔ نسواں کے علمبردار، جہاں ایک طرف مرد اور عورت کی مکمل مساوات اور برابری کا دعویٰ کرتے ہیں تو دوسری طرف طلاق کی صورت میں عورت کو مرد سے عمر بھر یا تا نکاح ثانی نفقہ بھی دلاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر عورت ہر اعتبار سے مرد کے برابر ہے تو اس کا مرد سے تعلق منقطع ہو جانے کے بعد نفقہ طلب کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ بلکہ یہ اقدام ثابت کرتا ہے کہ عورت ہرگز مرد کے برابر نہیں ہے، لہٰذا "ترقی پسند" لوگ ہمیں ذرا بتائیں کہ اس منطق کی آخر کیا معقولیت ہے؟

تعدد ازدواج اور حیلہ سازی

۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ کے تحت دراصل قدیم ہندو قانون کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اب وہ نہ تو صحیح معنی میں ہندو قانون ہے اور نہ ہی اصلاحی قانون۔ پھر طرفہ یہ کہ اب اس کی حیثیت محض ایک کاغذی قسم کی بن کر رہ گئی ہے جس کا عملی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اب ہندو قوم ٹٹی کی آڑ میں بڑی آزادی کے ساتھ شکار کھیل رہی ہے، بالفاظ دیگر چور دروازوں سے حسب معمول تعدد ازدواج کا کاروبار جاری رکھے ہوئے ہے، چنانچہ اس سلسلے میں بعض عجیب وغریب حیلے اور مثالیں ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱۹۵۵ء سے پہلے ایسا ہوتا تھا کہ عیسائی لوگ اپنے مذہب کی تنگ دامانی کے باعث نکاح ثانی کے لئے اسلام یا ہندو مذہب اختیار کر لیتے تھے مگر ۱۹۵۵ء کی پابندی کے بعد ہندو لوگ مسلمان بن کر دوسری شادی رچانے پر مجبور ہو گئے ہیں، اس سلسلے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱) ۱۹۰۷ء میں ایک مقامی عیسائی نے (جس کی بیوی زندہ تھی) ایک ہندو عورت سے ہندو رسم ورواج کے مطابق اپنا مذہب تبدیل کئے بغیر شادی کر لی، تو مدراس ہائی کورٹ نے اس کو دوزوجگی (BIGAMY) کا مجرم ٹھہرایا، کیونکہ ایک عیسائی کے لئے دوسری شادی جائز نہیں ہے [۳۹]

(۲) ۱۹۱۰ء میں ایک دوسرے مقدمے میں مدراس ہائی کورٹ نے، ایک عیسائی کے بارے میں جسکی ایک عیسائی بیوی موجود تھی، اس نے ہندو مذہب اختیار کر کے ایک ہندو عورت سے ہندو رسوم کے مطابق شادی کر لی تو یہ فیصلہ دیا کہ وہ دوزوجگی کا مجرم نہیں ہے [۴۰]

[۳۹، ۴۰] دی ہندو میرج اینڈ ... میرج ایکٹ، ص ۲۸۸

(۳) ۱۸۰۱ء کے دہے میں میسور اور مدراس کے ہائی کورٹوں نے فیصلہ دیا کہ ایک ہندو جو عیسائی مذہب اختیار کر چکا ہے، اگر وہ دوسری شادی کرنے کے لئے پھر سے ہندو مذہب اختیار کرے تو وہ انڈین پینل کوڈ کی دفعہ ۴۹۴ کے تحت دو زوجگی کا مجرم نہیں گردانا جائیگا۔ [۴۱]

(۴) ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن کے مطابق وہ لوگ جو کثیر زوجگی والے مذاہب سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے انگلینڈ میں یک زوجگی کی رجسٹرڈ شادیاں کیں، پھر ہندوستان واپس آکر اپنے پرسنل لاء کے مطابق (پہلی شادی کے باقی رہتے ہوئے) دوسری شادی کی [۴۲] ایسے لوگوں کو بھی دو زوجگی کا مجرم نہیں ٹھہرایا گیا۔

(۵) ایک عجیب سی صورت حال اس وقت پیدا ہو جاتی ہے، جب ایک شوہر (پہلی ہندو بیوی کے ہوتے ہوئے) اسلام قبول کر کے اسلامی قانون کے مطابق کسی ایسی ہندو لڑکی سے شادی کر لیتا ہے جو شادی سے پہلے اسلام قبول کر چکی ہو، پھر شادی کے کچھ عرصے بعد وہ دونوں پھر سے ہندو مذہب اختیار کر لیتے ہیں (نتیجہ یہ کہ) دونوں شادیاں باضابطہ طور پر صحیح ہوتے ہوئے بھی شاید وہ ہندو میرج ایکٹ ۱۹۵۵ء کے تحت دو زوجگی کے دائرہ سے باہر ہیں [۴۳]

اس طرح اسلام کے جائز کردہ تعدد ازدواج یا کثیر زوجگی کے علاوہ اس کا قانون طلاق بھی آسان ضوابط پر مشتمل ہے جو دیگر مذاہب کے ضوابط کی طرح انتہائی مشکل اور پیچیدہ نہیں ہے، اس لئے غیر مسلموں کو جب کبھی طلاق کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اپنے مذہب اور قانون کی الجھنوں سے نجات پانے کے لئے اسلامی قانون ہی کو باعث رحمت سمجھتے ہوئے یہی نسخہ آزماتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے:

(۶) دو افراد کی شادی ہندو قانون کے مطابق ہوئی تھی (مگر بعد میں کسی وجہ سے) بیوی نے اسلام قبول کر کے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں (طلاق کا) مقدمہ دائر کر دیا، جسکی وجہ سے یہ شادی مسلم لاء کے مطابق منسوخ کر دیگئی۔ پھر وہ دوبارہ ہندو مذہب میں لوٹ گئی اور ایک (دوسرے) ہندو سے (اپنے پسند کے مطابق) شادی کر لی [۴۴]

---

[۴۱] دی ہندو میرج اینڈ اسپیشل میرج ایکٹ ص ۲۸۹

[۴۲] ،، ،، ،، ص ۲۹۰

[۴۳] [۴۴] ،، ،، ،، ص ۲۹۴

(۷) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہندو مرد اور ایک ہندو عورت، جو آپس میں میاں بیوی ہیں اپنے باہمی اختلاف کے باعث ایک دوسرے سے (نہایت سنجیدگی کے ساتھ) علیحدہ ہو جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھتے ہیں مگر ان کا مذہب اور قانون انہیں آسانی کے ساتھ جدا ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا وہ دونوں آپس میں سمجھوتہ کر کے پہلے اسلام قبول کر لیتے ہیں، پھر اسلامی قانون کے مطابق طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ ہندو مذہب میں لوٹ آتے ہیں اور اپنی اپنی پسند کی شادی دوبارہ کر لیتے ہیں۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اسے کسی جائز چیز سے روک دیا جائے تو وہ دوسرے ذرائع اور حیلوں سے اسے حاصل کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے، لہٰذا ایک خلاف فطرت قانون بنا کر لوگوں کو اس پر چلانا بہت مشکل کام ہے، یہ فطرت کے خلاف ایک جنگ ہے جو کبھی جیتی نہیں جا سکتی لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ اس سلسلے میں توازن اور ہوش مندی سے کام لیا جائے، غلط تحریکوں اور پروپیگنڈوں کے دباؤ میں آ کر وقت، دماغ اور توانائیوں کو خواہ مخواہ برباد نہ کیا جائے۔

ایک آسان اور باعث رحمت قانون

اس پوری بحث سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی قانون نہ صرف ایک آسان اور ہر ایک کے لئے قابل عمل ضابطہ ہے بلکہ وہ افراط و تفریط یا اونچ نیچ سے عاری ہونے کی وجہ سے پوری دنیا کے لئے رحمت کا باعث بھی بن سکتا ہے چنانچہ دیگر قوموں کا بار بار اسلامی قانون کے دامن میں پناہ لینا (خواہ وہ دنیوی مقاصد ہی کیلئے کیوں نہ ہو) یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک مقبول عام اور عالمگیر قانون بننے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے، بالفاظ دیگر وہ سارے عالم کے لئے یکساں مدنی قانون (یونیفارم سول کوڈ) بن سکتا ہے، لہٰذا اگر کوئی یونیفارم سول کوڈ بنانا ہی ہے، تو پھر اسلامی قانون کو اس کے لئے منتخب کرنا چاہیئے کیونکہ دنیا کے تمام عائلی قوانین (FAMILY LAWS) میں یہی ایک واحد قانون ہے جو اپنی آسانی، توازن اور معقولیت کی بنا پر اس کے لئے موزوں تر ہو سکتا ہے، اس کے برعکس دیگر مذاہب اور قوموں کے قوانین اپنی مشکل پسندی، پیچیدگی اور عدم معقولیت کی بنا پر اس کی اہلیت نہیں رکھتے۔

غرض اسلامی قانون کی یہی وہ آسانی اور معقولیت ہے جسکی وجہ سے حاسدین کے سینوں پر سانپ لوٹتے ہیں، لہٰذا وہ اسلامی قانون کے خلاف طرح طرح کے گندے اعتراضات تراش کر اس کی معقولیت کو گھٹانا یا اس کی راہ میں روڑے اٹکانا چاہتے ہیں، جو محض ایک

سیاسی حربہ اور شعبدہ بازی ہے۔

یہودی، اسلامی اور ہندو شرائع کا اتفاق

خلاصۂ بحث کے طور پر دو باتیں پوری صراحت کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہیں: ایک یہ کہ اسلام واحد مذہب نہیں ہے جس نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہو بلکہ قدیم و جدید دنیا کے اکثر و بیشتر مذاہب اور تقریباً تمام قوموں میں اس کا رواج رہا ہے اور جیسا کہ MURDOCK (۱۹۴۹ء) کے حوالہ سے گزر چکا، آج بھی دنیا کے ۵۵۴ معاشروں میں سے ۴۱۵ میں اس کا رواج پایا جاتا ہے اور دوم یہ کہ مسلمان باوجود قانونی و شرعی اجازت کے آج بھی عموماً یک زوجگی ہی کے پابند ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے خلاف اس سلسلے میں کیا جانے والا پروپیگنڈہ ایک سیاسی کرتب (STUNT) اور مغالطہ آرائی ہے۔

نیز اس بحث سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ جس طرح یہودی اور اسلامی شریعتیں تعدّدِ ازدواج کے جواز پر متفق ہیں، بالکل اسی طرح قدیم ہندو قانون و شریعت بھی اس کی مؤید ہے اس طرح یہ تینوں شریعتیں اس باب میں متفق اللفظ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں بعض جزئی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، مگر جہاں تک نفسِ جواز کا تعلق ہے، اس میں اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے، لہٰذا عیسائیوں اور انکی متابعت میں مغرب پرستوں نیز مغرب پرست ہندوؤں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے اور جیسا کہ اگلے مباحث سے ظاہر ہوگا عیسائی دنیا اس باب میں بڑے تذبذب کے عالم میں ہے، بلکہ دوغلی پالیسی پر کاربند دکھائی دیتی ہے اور جہاں تک موجودہ مغرب پرست ہندوؤں کا تعلق ہے تو ان کی تعدّدِ ازدواج پر پابندی عائد کرنے کی کوششیں سوائے قلابازیاں کھانے کے اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس اقدام میں سوائے ناکامی کے انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ خدائی شریعت ہے جسکو بدلنے کا نتیجہ سوائے تباہی و بربادی —— جنسی انارکی اور لاقانونیت —— کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ خلاقِ عالم اپنی مخلوقات اور ان کے طبائع و مصالح کا علم زیادہ بہتر طور پر رکھتا ہے اور انسان اپنے ناقص علم و تجربے کی بنا پر خیر و شر کے درمیان کوئی حدِ فاصل قائم نہیں کر سکتا، بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ جس کو "شر" سمجھ کر نظر انداز کر رہا ہے، وہ مجموعی اعتبار سے عین "خیر" ہو اور اسی طرح جس چیز کو وہ خیر سمجھ کر اختیار کر رہا ہے، وہ عین شر قرار پائے، چنانچہ اس کا مشاہدہ، جدید دنیا کے سرعت کے ساتھ بدلتے ہوئے عائلی قوانین..

(FAMILY LAW) کے مطالعہ و مشاہدہ سے بخوبی ہو جاتا ہے، جن میں خود ہندوستان کے بدلتے ہوئے فیملی قوانین اور کوڈ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ آج ایک قانون کو بہتر سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے تو کل اس کو ناکارہ تصور کر کے رد کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آج جس قانون کو ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا تھا، وہ کل نہایت درجہ موزوں نظر آنے لگتا ہے، اس طرح انسان مسلسل تجرباتی و ارتقائی دور سے گزر رہا ہے اور اس باب میں وہ اب تک کسی "ٹھہراؤ" یا "ثابت منزل" سے آشنا نہیں ہو سکا ہے۔

مگر اس کے برعکس یہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے کہ اسلامی قانون چودہ سو سال سے لیکر آج تک کسی قسم کے تزلزل یا ارتقاء سے ناآشنا ہوتے ہوئے بالکل تازہ دم نظر آ رہا ہے، گویا کہ وہ ابھی ابھی نازل ہوا ہے۔ یہ رسول اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعجاز اور اسلام کی صداقت و برتری کی ناقابل تردید دلیل ہے کہ آج دنیا کی تمام متمدن قومیں شعوری یا غیر شعوری طور پر آہستہ آہستہ اسلامی قوانین کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے انہیں کسی نہ کسی شکل میں قبول کرنے پر مجبور نظر آ رہی ہیں۔

اس اعتبار سے اہل ہند کو بھی ایک نہ ایک دن اسلامی قانون کو قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑیگا، چنانچہ اس سلسلے میں ایک خوش آئند پہلو یہ ہے کہ ۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ میں طلاق وغیرہ کے سلسلے میں جو سختیاں موجود تھیں، انہیں ۱۹۷۶ء کے ترمیمی ایکٹ کے ذریعہ بہت بڑی حد تک کم کر دیا گیا ہے، جو دراصل اسلامی قانون ہی کی طرف ایک "پیش رفت" ہے، اگرچہ اسلامی قانون کو پوری طرح اختیار نہیں کیا گیا ہے مگر بتدریج ہندو قانون اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہی حال مغربی دنیا کا بھی ہے کہ قدیم عیسائیت میں طلاق کے سلسلے میں جو سختیاں موجود تھیں، وہ جدید قوانین میں کافی حد تک "نرم" کر دی گئی ہیں[۵۶]، لہذا عصر جدید کا یہ بھی ایک بہت بڑا تضاد ہے کہ وہ ایک طرف اسلامی قوانین سے استفادہ بھی کر رہا ہے، تو دوسری طرف اسے برا بھلا بھی کہہ رہا ہے۔ اس دورنگی کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔

۵۶ے اس موضوع پر ایک کتاب "طلاق، اسلام اور عائلی قوانین" زیر تکمیل ہے جو انشاء اللہ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جائیگی۔

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت

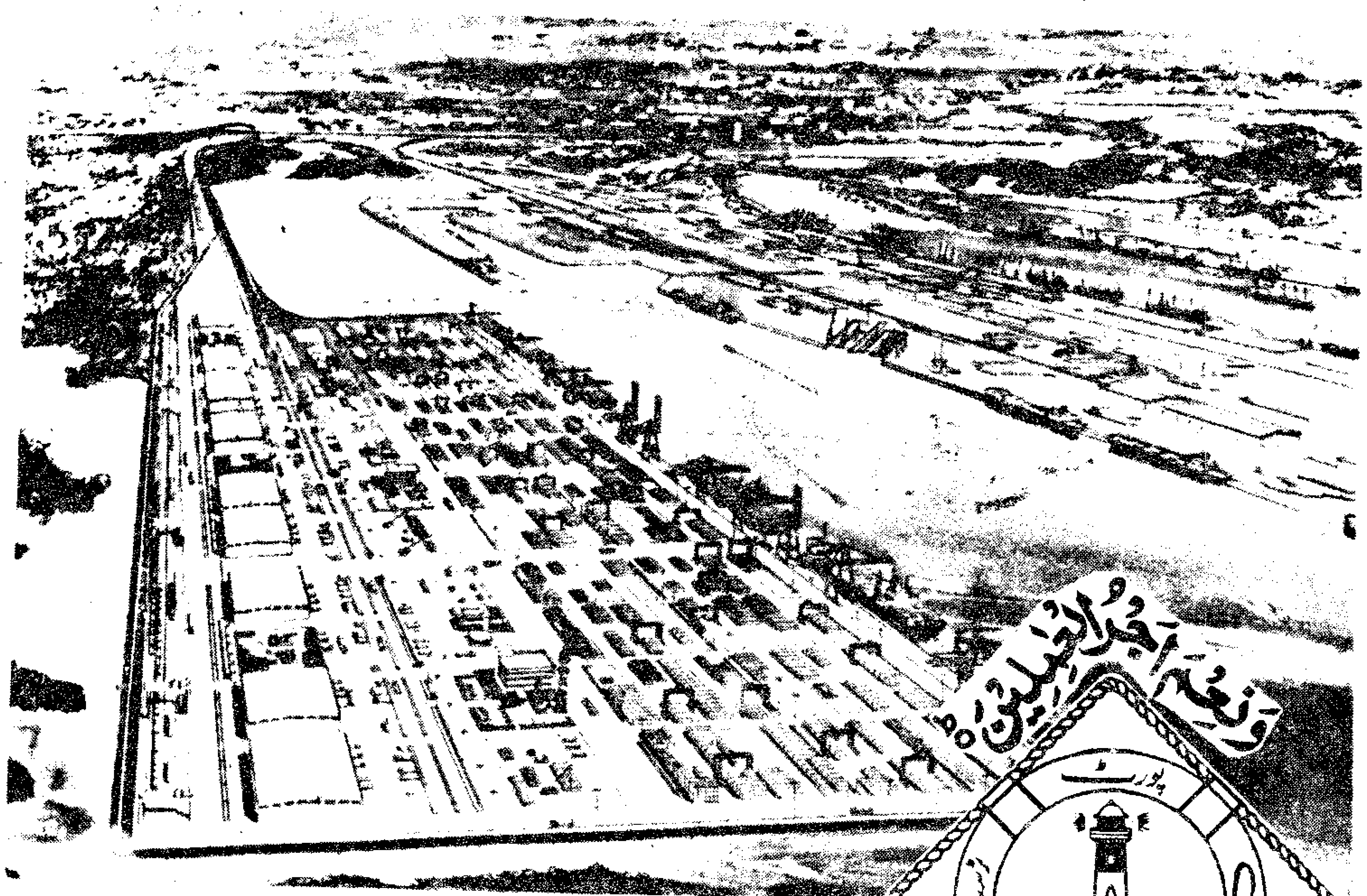

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT 4 88 PID - Islamabad